لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ
وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

نبی کی بیویوں کے لئے اپنے اپنے باپ (کے سامنے بے پردہ آنے) میں کوئی گناہ نہیں ہے، نہ اپنے بیٹوں کے، نہ اپنے بھائیوں کے، نہ اپنے بھتیجوں کے، نہ اپنے بھانجوں کے، اور نہ اپنی عورتوں کے،[۴۶] اور نہ اپنی کنیزوں کے (سامنے آنے میں کوئی گناہ ہے۔) اور (اے خواتین!) تم اللہ سے ڈرتی رہو۔ یقین جانو کہ اللہ ہر بات کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ ﴿۵۵﴾

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر دُرود بھیجو، اور خوب سلام بھیجا کرو۔ ﴿۵۶﴾ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے دُنیا اور آخرت میں اُن پر لعنت کی ہے، اور اُن کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، اُنہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اُوپر لاد لیا ہے۔ ﴿۵۸﴾

(۴۶) جیسا کہ سورۂ نور (۲۴:۳۱) میں گذر چکا ہے، بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، لہٰذا غیر مسلم عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے۔ لیکن چونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ غیر مسلم عورتیں ازواجِ مطہراتؓ کے پاس جایا کرتی تھیں، اس لئے امام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ "اپنی عورتوں" سے مراد اپنے میل جول کی عورتیں ہیں، چاہے مسلمان ہوں یا کافر۔ اُن سے پردہ واجب نہیں ہے۔ جن مرد لوگوں سے پردہ واجب نہیں ہے، اُن کی تفصیل سورۂ نور کی مذکورہ آیت میں گذر چکی ہے۔

نہیں۔ اس دور میں جو حکم عام مستورات کا سورۂ "نور" میں گذر چکا وہی ازواج مطہرات کا ہے۔ "ولا نسآئھن ولا ما ملکت ایمانھن" کی تشریح ہم سورۂ "نور" میں کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

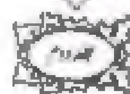
◆ یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثناء کیا گیا پوری طرح ملحوظ رہے، کوئی بے احتیاطی نہ ہونے پائے۔ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرتی رہو۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں۔ "یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور"۔

◆ **صلوٰۃ علی النبی کا مفہوم** "صلوٰۃ علی النبی" کا مطلب ہے نبی کی ثناء و تعظیم، رحمت و عطوفت کے ساتھ۔ پھر جس کی طرف "صلوٰۃ" منسوب ہو گی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطوفت مراد لیں گے۔ جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، اور بھائی بھائی پر مہربان ہے، یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں، اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہو گی۔

آنحضرت پر مومنین کی صلوٰۃ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! "سلام" کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے) "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" "صلوٰۃ" کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپ نے یہ درود شریف تلقین کیا "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔" غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں، گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے۔ کس بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر، بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کر لے۔" **تنبیہ** صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سما سکتیں۔ شروح حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" لکھی ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

◆ **اللہ اور اس کے رسول کو ستانے والے ملعون ہیں** اوپر مسلمانوں کو تنبیہ کی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی اجلال و تعظیم بجا لائیں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے کیا سزا پاتے ہیں، آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ ان باتوں سے جو نبی کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔





پارہ ۱۱ تا ۲۰

ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی

تفسیر شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

اضافۂ عنوانات و تسہیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب (ولد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

وعنه أيضاً رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «أكثروا الصلاة عليَّ في الليلة الزَّهراء، واليوم الأغرِّ، فإن صلاتكم تُعرض عليَّ». أخرجه الطبراني في «الأوسط» بسند ضعيف، لكن يتقوَّى بشواهده.

وعنه أيضاً رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلى عليَّ عند قبري سمعتُه، ومن صلى عليَّ من بعيد أُعلِمْتُه». أخرجه أبو الشيخ في «الثواب» له من طريق أبي معاوية، عن الأعمش، عن أبي صالح، عنه، ومن طريقه الديلمي، وقال ابن القيم: إنه غريب.

قلت: وسنده جيد، كما أفاده شيخنا.

وعنه أيضاً رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلَّى عليَّ عند قبري سمعتُه، ومن صلَّى علي نائياً وكَّل الله به ملكاً يبلِّغني، وكُفِيَ أمرَ دنياه وآخرته، وكنتُ له يوم القيامة شهيداً أو شفيعاً»(١). أخرجه العُشاري، وفي سنده محمد بن يونس، وهو الكُديمي، متروك الحديث.

وهو عند ابن أبي شيبة، والتيمي في «ترغيبه» والبيهقي في «حياة الأنبياء» له باختصار: «من صلى عليَّ عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أُبلغته».

وأخرجه في «الشُّعب» بلفظ: «مامن عبد يسلم عليَّ عند قبري إلا وكَّل الله بِهَا ملكاً يبلغني» والباقي سواء. وأورده ابن الجوزي من طريق الخطيب، واتُّهم به محمد بن مروان السُّدي، ونَقَل عن العُقَيلي أنه قال: لا أصل لهذا الحديث من حديث الأعمش، وليس بمحفوظ. انتهى. وقال ابن كثير: في إسناده نظر.

وقوله «نائياً»: يعني بعيداً، كما فسَّرته الرواية الأخرى.

وعن زين العابدين علي بن الحسين بن علي أن رجلاً كان يأتي كلَّ غداةٍ فيزور قبرَ النبي ﷺ ويصلي عليه، ويصنع في المساء مثل ذلك،

---

(١) في ج: وشفيعاً. وانظر صفحة ٢٣١، وانظر (التنبيه) ص٣٤٦-٣٤٧.

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي
وُلد سنة ٨٣١هـ - وتوفي سنة ٩٠٢هـ
رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

. . . . .

فلهذا أدخل حرف التشبيه في الرواية ، وحيث أطلقها فهي محمولة على ذلك ، والله أعلم .

وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الأنبياء في قبورهم أورد فيه حديث أنس : «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون» أخرجه من طريق يحيى بن أبي كثير – وهو من رجال الصحيح – عن المستلم بن سعيد – وقد وثقه أحمد وابن حبان – عن الحجاج الأسود – وهو ابن أبي زياد البصري وقد وثقه أحمد وابن معين – عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضا أبويعلى في مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحديث ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن أنس رفعه : «مررت بموسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره» وأخرجه أيضا من وجه آخر ، عن أنس ، فإن قيل : هذا خاص بموسى ، قلنا : قد وجدنا له شاهدا من حديث أبي هريرة أخرجه مسلم أيضا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبي سلمة عن أبي هريرة رفعه : «لقد رأيتني في الحجر وقريش تسألني عن مسراي» الحديث ، وفيه : «وقد رأيتني في جماعة من الأنبياء ، فإذا موسى قائم يصلي ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه» وفيه : «وإذا عيسى بن مريم قائم يصلي أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلي ، أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم» .

ومن شواهد الحديث أيضا ما أخرجه أبوداود من حديث أبي هريرة رفعه ، وقال فيه : «وصلوا عليّ ، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم» سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ في كتاب الثواب بسند جيد «من صلى عليّ عند قبري سمعته ، ومن صلى علي نائيا بلغته» وعند أبي داود والنسائي ، وصححه ابن خزيمة وغيره ، عن أوس بن أوس رفعه في فضل يوم الجمعة «فأكثروا فيه عليّ من الصلاة ، فإن صلاتكم معروضة عليّ ، قالوا : يا رسول الله ، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» .

ربما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبوداود من وجه آخر عن أبي هريرة رفعه : «ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي ، حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات ، ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضي انفصالها عنه ، وهو الموت . وقد أجاب العلماء

فتح الملهم

بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف

العلامة المحدث المفسر المتكلم الكبير الشيخ شبير أحمد العثماني رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة المفتي محمد رفيع العثماني رئيس دار العلوم كراتشي

التخريج والترقيم

نور البشر بن نور الحق

المجلد الثاني

الناشر

مكتبة دار العلوم كراتشي